فصل پنجم

اسلامی اقدامات!

بلاشبہ اپنے ہاں جمہوریت کو اسلام کے کچھ جوڑ (Patches) بھی لگائے گئے ہیں...

مغرب کی کسی آزاد خیال عورت کا لباس مستعار لے کر مشرق کی ایک باحیا مسلم خاتون کے استعمال کے لائق بنانا ایک مشقت طلب کام ہے بلکہ مضحکہ خیز۔ اس میں آپ کو اتنے جوڑ لگانا پڑیں گے کہ ایک از سر نو لباس تیار کرنا آپ کے لیے کہیں آسان ہوتا۔ پرائی چیز جتنی بھی بدل لیں پہچان میں آتی ہے۔ یہ بھی تب ہے اگر آپ واقعی اس میں تمام تر 'اسلامی تبدیلیاں' کر دینے پر مصمم ہوں۔ پھر اگر آپ اس کو بدستور وہ 'عالمی نام اور تاثر' دے رکھنے پر بھی بضد ہوں جو کہ اِس لبادۂ وقت کے لیے دنیا میں 'چلتا' ہے تب تو یہ عقدہ اور بڑا ہو جاتا ہے۔ آپ کی

'ادھیڑ بن' پھر چلتی ہی رہتی ہے۔ کچھ یہی معاملہ اپنی اس جمہوریت کا بھی ہے۔

سلطانیِ جمہور کے اس عالمی شہرت یافتہ نظام میں برائے نام اسلامی تبدیلیاں کچھ ہو چکیں کچھ کی تجاویز ہر وقت زیر غور رہتی ہیں۔ اس عمل نے اب تک بہت سے مدو جزر دیکھے ہیں۔ بہت سی ادھیڑ بن ہو چکی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس میں کوئی بہت ہی واضح اور اساسی تبدیلی کرکے اس کو اسلام کے ہم آہنگ ہی کر لیا جائے تو اس پر اعتراض یہی ہے کہ پھر اس کو جمہوریت کون کہے گا؟!!! منی سکرٹ کو اگر برقعہ ہی بننا ہے تو اس 'اسکرٹ' میں پھر کیا کشش رہ جاتی ہے!!! جمہور اور نمائندگان جمہور کے سب اختیارات اس حد تک محدود کر دیئے جائیں کہ اللہ اور رسولؐ جہاں کوئی بات کر دیں وہاں کسی کو بحث تک کی اجازت نہ ہو اور کسی مخلوق کا اختیار صرف وہاں معتبر ہو جہاں شریعت خاموش ہو البتہ جہاں شریعت کی نص واضح ہو وہاں سب مخلوقات کے سب اختیارات کالعدم اور سب کو سر تسلیم خم کر لینا ہو... تو ایسی 'جمہوریت' کو دُنیا میں کون پہچانے گا!؟

سو یہ اسلامی تبدیلیاں برائے نام ہی ہو سکتی ہیں۔ ان میں سب سے اہم دو ہیں۔ ان ہر دو نقاط پر کچھ نظر ہم اس مضمون میں ڈالتے چلیں گے...

1) پاکستان کے آئین میں اللہ تعالیٰ کو حاکم اعلیٰ (Soverign) مانا گیا ہے۔

اصل دیکھنے کی بات صرف یہ ہے کہ کیا اس بات نے خالق کے سامنے مخلوق کے سب اختیارات ختم کر دیے ہیں... یا مخلوق کا اختیار بہ مقابلہ فرمانِ خالق ابھی باقی ہے؟

جائزہ یہ لیا جانا ہے کہ کیا اس بات نے جمہوریت کا یہ عالمی اور آفاقی اصول کالعدم کر دیا ہے کہ جملہ انسانی معاملات میں کسی مسئلے کا تعین ___ خالصتاً یہ دیکھنے کی بجائے کہ اس معاملے میں حق کیا ہے اور باطل کیا ___ اکثریت کے ووٹوں سے کیا جائے گا؟ کیا اس بات نے نمائندگانِ جمہور کے اختیارات کو پروردگارِ جمہور کے 'نازل کردہ' کا واقعتاً پابند کر دیا ہے اور کیا

'حاکمِ اعلیٰ' کے لفظ سے مراد ان کے ہاں یہ لی جاتی ہے کہ خدا کے فرمائے ہوئے کے سامنے اب کسی کو دم مارنے کی کوئی مجال نہیں! یا پھر یہ ایک 'برائے نام' تبدیلی ہے اور جمہوریت کا عالمی کفر اس میں ابھی باقی ہے؟

'حاکم اعلیٰ' سے مراد کیاہے...؟

اصل بات یہ ہے کہ قانون کی ایک اپنی زبان ہے۔ دستور کسی کو کیا 'عہدہ' دیتاہے، یہ ایک الگ بحث ہے اور دستور کسی کو عملاً کیا 'اختیار' دیتاہے، بالکل ایک الگ بحث۔ 'عہدہ' اور 'اختیار' دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ان میں سے ایک ہو تو وہ دوسرے کو ہر حال میں مستلزم نہیں۔ مثلاً 'صدر' ایک عہدہ ہے۔ 'وزیر اعظم' ایک عہدہ ہے۔ اپنے ملک میں یہ دونوں ہی مستقل عہدے ہیں البتہ ان کے اختیارات میں ہم جانتے ہیں آئے روز اَدل بدل ہو تا ہے اور آئے روز ہی کسی نہ کسی کے 'اختیارات' میں نقب لگتاہے۔ یہاں صدر ہمیشہ صدر ہی کہلاتا ہے اور وزیر اعظم وزیر اعظم ہی رہتا ہے مگر 'اختیارات' ہیں جو گردش کرتے رہتے ہیں۔ کسی

وقت صدر یہاں حد درجہ بااختیار بلکہ سیاہ وسفید کا مالک دیکھا گیا تو کسی وقت محض ایک اعزازی منصب۔ صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن لانے کی کوششیں ہمارے سامنے ہوتی رہتی ہیں۔

چنانچہ مسئلہ اس نظام کے اندر یہ نہیں کہ کسی کو یہاں کیا عہدہ یا کیا لقب حاصل ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ کسی کو یہاں کیا اختیار حاصل ہے؟ یہاں سینٹ اور اسمبلی کے مابین 'اختیارات' کی تقسیم پر بحث ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ اور کابینہ کے عملی اختیارات کا مسئلہ اٹھ آتا ہے۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے مابین 'اختیارات' کی تقسیم آئے روز موضوع بحث بنی رہتی ہے۔ کوئی بھی یہاں ایسا نہیں جو یہ دیکھے بغیر کہ اس کا اختیار کیا ہے محض ایک عہدے پر ریجھ جائے!

دستور اور قانون کی زبان واقعی بڑی عجیب ہے۔ اس زبان میں آپ کسی کو بادشاہ کہہ دیں__ جیسا کہ برطانیہ میں چلتا ہے__ تو ضروری نہیں 'اختیارات' کے معاملہ میں بھی اس

سے مراد 'بادشاہ' ہی ہو۔ آپ سوچئے جمہوریت میں 'بادشاہ' کا کیا کام؟ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ آگے چل کر اس کو عملاً کیا اختیار دیا جاتا ہے۔ عہدہ یا القاب تو نرا اعزاز ہے!

پس یہ نہایت غور طلب نکتہ ہے۔ ملوک یعنی بادشاہ اور شہنشاہ تو ملوکیت میں ہوتے ہیں، جمہوریت میں 'بادشاہ' کہاں سے آ گئے؟! مگر برطانیہ سمیت کئی یورپی ملکوں میں، کہ جو جمہوریت کے باب میں ایک مرجع اور حوالہ کی حیثیت رکھتے ہیں، آج تک 'بادشاہ' پائے جاتے ہیں! 'جمہوریت' میں 'بادشاہ'؟!!! مگر اِس پر متعجب نہ ہوں۔ اِس کا جواب جمہوریت کے 'ہدایتکار' یہ دیتے ہیں کہ برائے نام عہدوں سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اصل چیز ہے پارلیمنٹ کا اختیار؛ وہ دیکھیں یہاں ہے یا نہیں؛ اور اس کے مقابلے پر دیکھیں بادشاہ کو یہاں کیا آئینی اختیارات ہیں!

اب جب اصل مسئلہ عہدہ واعزاز کا نہیں بلکہ 'اختیارات' کا ہے اور اصل واردات 'اختیارات' کے مسئلہ پر ہی ہاتھ صاف کر کے ڈالی جاتی ہے تو 'حاکم اعلیٰ' کے موضوع پر بھی

ہمیں عہدہ والقاب کو نہیں بلکہ ان اختیارات کو دیکھنا ہے جو اس نظام کی رو سے 'حاکم اعلیٰ' کو بالفعل حاصل ہیں۔

بنیادی طور پر یہاں جو بھی شرعی قوانین کی بحثیں اور شرعی بل زیر غور آتے ہیں... یا مثلاً آپ دیکھیں کہ ملک کی متعدد دینی جماعتیں تہتر کا آئین پاس ہو جانے کے بعد بھی، یعنی خدا کو 'حاکمِ اعلیٰ' تسلیم کر لیا جانے کے بعد بھی، کئی سال تک 'شریعت بل' کے لیے سڑکوں پر نکلی دیکھی جاتی ہیں... تو اِن سب بحثوں اور مطالبوں کا موضوع دراصل 'حاکم اعلیٰ' کا 'اختیار' ہی ہوتا ہے۔ کوئی پوچھے 'خدا کو حاکم اعلیٰ مان لیا گیا اور دستور میں باقاعدہ لکھ دیا گیا' تو اب مسئلہ پیچھے کیا باقی رہا؟! 'حاکم اعلیٰ' حکم دینے کے لیے ہی تو ہوتا ہے اور اس کا حکم سپریم ہی تو ہوتا ہے! پس آپ دیکھتے ہیں القاب سے قطع نظر، عملی اختیارات کے حوالے سے 'حاکم اعلیٰ' کی بابت بھی اِس لحاظ سے ایک بحث یہاں چلی رہتی ہے۔ سو یہ سوال اب بھی باقی ہے کہ آپ کے یہاں واضح انداز میں کس چیز پر 'حاکم اعلیٰ' کا اختیار تسلیم کیا گیا ہے؟

قانون دان اور ماہر آئین پس ہمیں دستور میں 'حاکم اعلی' کا لفظ دکھانے کی بجائے یہ بتائیں کہ 'حاکم اعلی' کا عملاً کیا اختیار ہے؟؟؟؟

قبل اس کے کہ قانون دان اور ماہرین آئین ہمیں اس سوال کا جواب دیں، بات کو آسان کرنے کے لیے ہم اس بات کا پہلے تعین کر لیتے ہیں کہ دین اسلام میں خدا کو 'حاکم اعلی' (Soverign) ماننے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے اور قرآنی آیت **إنِ الحُكمُ اِلَّا لِلّٰه** کا کیا مفہوم ایک صاحبِ ایمان کے ذہن میں آسکتا ہے؟ پھر ہم قانون دانوں اور ماہرین آئین سے صرف اتنا جاننا چاہیں گے کہ ان کے اس آئین اور نظام میں بھی 'حاکم اعلی' کا کیا یہی مفہوم ہے جو ہم دین اسلام میں پاتے ہیں یا ان کے ہاں اس کا کوئی دوسرا مفہوم ہے؟

واضح بات ہے کہ خدا نے بنی نوع انسان سے جو کلام کرنا تھا وہ اس نے نبی آخر الزمان ﷺ پر نازل فرما دیا ہے اور اپنے اس نبیؐ کی زندگی اس نے 'دین' مکمل کر دیا اور اپنی اس نعمت کا اتمام فرما دیا ہے۔ اَحکَمُ الحَاکِمین، جس کا ایک ترجمہ Soverign بھی

بنتا ہے یعنی حاکم اعلیٰ، اپنی مخلوق سے جو بھی بات کرے گا وہ اپنے رسولؐ ہی کے ذریعے کرے گا، جو کہ وہ کر چکا ہے۔ انسانوں کی سیاسی زندگی میں دین اسلام کی رُو سے اس کے احکم الحاکمین ہونے کا یہی مطلب ہے کہ اس کا فرمایا ہوا حرف آخر ہو... حرف آخر یعنی اس کے بعد کسی کی بات نہیں۔ اُس کے بول دینے کے بعد کوئی نہیں بولے گا اور اُس کے فیصلہ کر دینے کے بعد کسی کا فیصلہ نہیں۔ حتیٰ کہ بحث تک نہیں۔

یوں اَحکَمُ الحَاکِمین (حاکم اعلیٰ) کا یہ واضح اختیار ہے کہ وہ آسمان سے کوئی واضح اور قطعی آیت اتار کر ــــ جو کہ وہ اتار چکا ہے ــــ یا اپنے رسولؐ کی زبان سے ایک واضح اور قطعی نص کہلوا کر ــــ جو کہ وہ کہلوا چکا ہے ــــ پارلیمانی مخلوقات کا پاس کیا ہوا کوئی بھی قانون کالعدم کر دے یعنی ملک کی قانون ساز ہستیوں کا جاری کیا ہوا قانون قرآن کی ایک آیت یا رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے واضح اور قطعی طور پر متصادم ہونے کی بنا پر آپ سے آپ کالعدم ٹھہرے۔

اتَّبِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلاَ تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء (الاَعراف:3)

"جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو"۔

خدا جو اتار دے، وہ خود بخود قانون ہو اور خدا کے اتارے ہوئے سے جو چیز متصادم ہو ___ خواہ وہ پارلیمنٹ کا 'پاس کیا' ہو یا کسی اور ہستی کا ___ وہ خود بخود کالعدم ہو اور 'قانون' و 'دستور' کہلانے کا تو حق تک نہ رکھے۔

یہ ہے دینِ اسلام۔ قانون دان بتائیں کیا آپ کا آئین اور نظام بھی یہی کہتا ہے یا 'اختیارات' کے معاملے میں 'حاکم اعلیٰ' کی بابت ان کا جواب کچھ اور ہے؟

ابھی ہم اَحکَمُ الحَاکِمِین کے 'اختیارات' کی بابت دو باتیں دین اسلام میں دیکھ آئے ہیں۔ یعنی اس کا اتارا ہوا خود بخود ___ اور کسی اضافی شرط کے بغیر ___ قانون ہو اور اس سے متصادم ہر کسی کی بات خود بخود کالعدم۔ ان دونوں باتوں کے لیے کوئی شرط ہو سکتی ہے تو صرف ایک اور

وہ یہ کہ کسی بات کی نسبت اس سے یا اس کے نبی سے بہر حال پایہ ثبوت کو پہنچتی ہو اور اس کی دلالت متعین ہو۔

آپ کی اس جمہوریت میں اللہ وحدہ لاشریک کیا عین اسی معنی میں 'حاکم اعلیٰ' ہے جو کہ اُس کے احکم الحاکمین ہونے کا شرعی مفہوم ہے۔۔ یا ان کے نظام میں یہ _ معاذ اللہ _ محض ایک اعزازی منصب ہے؟

آپ کی جمہوریت اِس سوال کا جواب کیا دیتی ہے؟ "خدا کا فرمایا ہوا" یہاں مذہبی تقدس تو آپ سے آپ رکھتا ہے مگر قانونی حیثیت آپ سے آپ نہیں رکھتا۔ "قانونی حیثیت" پانے کے لیے "خدا کے فرمائے ہوئے" کو بہر حال "اکثریت" کے ہاں سے پاس ہونا ہوتا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں، اکثریت اگر "خدا کے فرمائے ہوئے" کو پاس نہیں کرتی تو "خدا کا فرمایا ہوا" صرف "مذہبی تقدس" رکھے گا نہ کہ کوئی "قانونی حیثیت"!!!

تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا

ان کا شرک یہی ہے۔ جب تک کوئی چیز اللہ اور اس کے رسول کی نسبت سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی یا جب تک کسی بات کی شرعی دلالت متعین نہیں ہوتی تب تک اسلام میں اس کو "مذہبی تقدس" بھی حاصل نہیں۔ مگر جب اس کا ثبوت اور دلالت شرعی ضابطوں کی رو سے متعین ہو جائے ... یعنی جب ایک بار اس کو 'مذہبی تقدس' حاصل ہو گیا تو 'قانونی حیثیت' خود بخود حاصل ہو گئی۔ ان دو باتوں کو الگ الگ کرنا ہی ان کا وہ شرک ہے جو عالمی طور پر "سیکولرزم" کے نام سے معروف ہے۔ سیکولرزم جمہوریت کا ایک جزولاینفک ہے اور وہ 'اپنی' اس جمہوریت میں بھی پوری طرح ساتھ آیا ہے۔

ہاں پارلیمنٹ کو__ بلکہ ہر مخلوق کو__ یہ پورا حق ہے کہ وہ یہ سوال کرے کہ خدا نے فلاں بات کہی ہے یا نہیں کہی اور آیا اس کی یہ دلالت بنتی ہے یا نہیں؟ حتیٰ کہ ان دونوں میں سے کسی ایک بنیاد پر کسی بات کے رد کرنے کا بھی اس مخلوق کو پورا پورا حق ہے کیونکہ ہمارا دین پوپ کا دین بہرحال نہیں اور نہ ہی ہم تھیوکریسی پر ایمان رکھتے ہیں__ بشرطیکہ اس کو رد

کرنے والی وہ مخلوق شریعت کی کسی بات کے ثبوت یا دلالت کا تعین کرنے کی فقہی صلاحیت رکھتی ہو__ مگر یہ کہ ایک بات کی نسبت اور دلالت کا اللہ و رسول سے ثبوت تو واضح ہو لیکن پھر بھی اس کو صرف 'مذہبی تقدس' ملے اور 'قانونی حیثیت' پانے کے لیے وہ ہنوز کسی مخلوق کی منظوری (Approval) کی محتاج ہو اور اسکی یہ "احتیاج" پوری ہوئے بغیر وہ قانونی حیثیت سے محروم ہی رہے تو اس کا کفر ہونا اظہر من الشمس ہے۔

خدا کے ہاں سے جب کوئی چیز اترتی ہے تو وہ 'مذہبی تقدس' اور 'قانونی حیثیت' ہر دو کے ساتھ بیک وقت نازل ہوتی ہے اور رسول کے حکم کو بھی بیک وقت یہ دونوں حیثیتیں حاصل ہوتی ہیں۔ رسول صرف 'مذہبی' معنی میں پیروی کرانے کے لیے مبعوث نہیں کیا جاتا بلکہ مطلق اطاعت کے لیے مبعوث ہوتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَهُمْ جَآؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُواْ اللّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُواْ اللّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ

تَسْلِيمًا (النساء:65-64)

"ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے وہ اس لئے تو بھیجا ہے کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔ اگر انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے، اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتا، تو یقینا اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔ نہیں اے محمد۔ تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں"۔

☆☆☆☆☆

"حاکم اعلیٰ" ، "سلطانِ جمہور" اور "سیکولر ازم" کے ضمن میں اس مسئلے کی کچھ اور وضاحت کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے...

خطابات اور القابات کو اگر ایک طرف رکھ دیا جائے... تو فحوائے جمہوریت یہی ہے کہ

اکثریت کا فرمایا ہوا ہی مستند ہو گا اور زیادہ ووٹوں سے پاس کیا جانے والا ہی "قانون" کہلائے گا اور یہ کہ اکثریت کی موافقت حاصل ہوئے بغیر کوئی چیز بھی، خواہ وہ خدا کا فرمایا ہوا کیوں نہ ہو، آپ سے آپ قانون کہلانے کا حق نہ رکھے گا... اگرچہ وہ خدا اور رسول کا واضح ترین حکم کیوں نہ ہو اور اپنی دلالت میں قطعی ترین کیوں نہ ہو اور خواہ چودہ سو سال سے لے کر آج تک فقہائے اسلام میں سے کسی ایک نے بھی کبھی اس پر اختلاف نہ کیا ہو جس کی ایک مثال __ اور نہایت واضح مثال __ سود کی حرمت ہے، اور اس کی ایک اور مثال فحاشی و عریانی کی شناعت۔

چنانچہ خطابات اور القابات کو اگر ایک طرف رکھ دیا جائے... تو اس نظام کی رو سے مذہب مذہب ہے اور قانون قانون۔ واقعتاً یہ نظام اس پر معترض نہیں کہ "مذہب" کی کوئی بات کسی وقت "قانون" بنا دی جائے۔ مگر اس کی رو سے ہیں یہ دو الگ الگ چیزیں۔ اور یہی بات غور طلب ہے۔ "مذہب" یہاں قانون بن ضرور سکتا ہے البتہ "مذہب" خود بخود "قانون" نہیں۔ دوبارہ یہ جملہ نوٹ فرما لیجئے: مذہب قانون بن ضرور سکتا ہے مگر مذہب

خود بخود قانون نہیں...

جبکہ اللہ کے ہاں 'دین' وہ ہے جو بیک وقت "مذہب" بھی ہو اور "قانون" بھی۔ اللہ کے ہاں سے جو کچھ اتر آیا ہے، کسی بھی اضافی شرط کے بغیر، وہ آپ سے آپ "مذہب" ہے اور آپ سے آپ ہی "قانون"۔ جتنا وہ "مذہب" ہے اتنا ہی وہ "قانون" ہے۔ اس کی ایک حیثیت کو ماننا اور دوسری کو نہ ماننا خدا کے ساتھ کفر ہے۔

خدا کے ہاں سے جو نازل ہوا یعنی "مَا أَنزَلَ اللّٰہُ" جس طرح کسی مخلوق کے "پاس" کرنے یا نہ کرنے پر اس کا "مذہب" ہونا موقوف نہیں ___ بس صرف اس کا ثبوت اور دلالت واضح ہونا ضروری ہے ___ اسی طرح کسی کے "پاس" کرنے یا نہ کرنے پر اس کا "قانون" ہونا بھی موقوف نہیں، صرف اس کا ثبوت اور دلالت واضح ہونا ضروری ہے۔

"سیکولرزم" اور "سلطانی جمہور" البتہ اسلام سے متصادم نظام ہیں...

"سیکولرزم" کی رُو سے دین خود بخود اور کسی بھی اضافی شرط کے بغیر "مذہب" مانا جا

سکتا ہے "قانون" نہیں۔ اس کے قانون ہونے کے لیے البتہ ایک اور شرط درکار ہے۔

یہ 'اور شرط' کیا ہے؟ اس کا جواب "سلطانیِ جمہور" کا عقیدہ دیتا ہے: "مذہب" کو "قانون" کا رتبہ ملنے کے لیے "شرط" یہ ہے کہ وہ "اکثریت" کے ہاں سے پاس ہو۔

آپ کی جمہوریت نے، دیکھ لیجئے، 'حاکم اعلیٰ' سے اپنے یہ دونوں خواص کسی نہ کسی طرح بچا ہی لئے !!!!

یوں "دین" کو "مذہب" اور "قانون" میں بانٹ کر سیکولرازم ہمیں عملاً کلیسا کے دھرم میں داخل کر دیتا ہے بے شک ہم اس بات کو 'ذرا مشکل سے' ہی محسوس کریں۔

سیکولرزم زندگی کو عملاً دو خداؤں کے بیچ میں بانٹ دیتا ہے۔ ایک وہ خدا جو "مذہب" کے دائرے میں پوجا جاتا ہے اور ایک وہ خدا جو "قانون" کے دائرے میں پوجا جاتا ہے۔ "مذہب" کے خدا کو "قانون" کے دائرے میں بہر حال "قانون" ہی کے خدا کی منظوری درکار رہتی ہے۔ "قانون" کے خدا کی منظوری کے بغیر "مذہب" کا خدا جو مرضی کہہ لے اس

کا کہا "مذہب" تو ہوتا ہے "قانون" نہیں۔ یہ سیکولرزم تقریباً پورے کا پورا آپ کی جمہوریت میں بھی ساتھ ہی درآمد ہوا ہے۔

یہاں "سیکولرزم" کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ اب "سلطانیِ جمہور" کا عقیدہ یہاں اس 'خدا' کا تعین کرتا ہے جس کو "قانون" کے دائرے میں پوجا جانا ہے اور جس کے ہاں سے صادر ہونے والا "قانون" کہلاتا ہے اور جس کے "پاس" کئے بغیر "مذہب" کی بات کو صرف مذہبی تقدس ہی حاصل رہتا ہے... یہ "نمائندگانِ جمہور" ہے۔

جبکہ دین اسلام یہ ہے کہ "مذہب" کا معاملہ ہو یا "قانون" کا اللہ اور اس کا رسول جب کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو سب پارلیمانی و غیر پارلیمانی مخلوقات صرف دو لفظ کہنے کی مجاز و روادار پائی جائیں: سَمِعنَا وَ اطَعنَا "ہم نے سنا اور ہم تابع فرمان ہوئے"۔ اس دائرے میں کسی مخلوق کو اختیار کہاں؟ اللہ کے ہاں دین بس یہ ہے۔ إنَّ الدِّينَ عِندَ اللّٰهِ الإسلاَم "دین اللہ کے ہاں فرماں بردار ہو جانے کا نام ہے"۔ "فرمانبرداری" کے سوا ہر

روش بس شیطان کا بہکاوا ہے۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ أَمَرَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَـكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ (یوسف: 40) "فرماں روائی کا اقتدار، اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی ٹھیٹھ طریق زندگی ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں"۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (آل عمران:85) "اس فرماں برداری کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد رہے گا"۔

*****

2) شریعت کی تعلیمات کے خلاف کوئی قانون نہ بنایا

جائے گا!

ایک مجموعی تفسیر an overall interpretation کو سامنے رکھتے ہوئے، دستور کی ایک نہایت غیر مؤثر دفعہ، جس کے Legal effect میں دستور ہی کے اندر جگہ جگہ نقب لگا رکھے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں، اسلامی عقیدہ کی رو سے ما انزل اللہ کی جو آپ سے آپ قانونی حیثیت Legally binding status ہے اس کی بابت ہنوز جواب ندارد۔

اصل واردات 'قانون بنانے کا حق' رکھ کر ہی ڈال لی جاتی ہے۔[1] قانون 'بنانے' کا کیا

[1] کوئی ریاست اپنی روزمرہ ضروریات کے لیے قواعد و ضوابط بناتی ہے، خصوصاً ان امور کے اندر جن کو 'بائی لاز' کہا جاتا ہے، تو یہ بات کسی کے ہاں بھی محل اعتراض نہیں۔ اصل اعتراض اس بات پر ہے کہ شریعت کے معروف و زبان زد عام امور بھی کہ جنہیں مسلماتِ شریعت کہا جاتا ہے... یہ مسلماتِ شریعت تک کسی نظام میں 'قانونی و آئینی حیثیت' پانے کے لیے پارلیمنٹ کے ہاں سے پاس ہونے کے ضرورت مند رکھے جائیں اور جب تک پارلیمنٹ انہیں 'پاس' نہ کر دے ان کی کوئی قانونی حیثیت ہی نہ ہو! شریعت کے معروف مسلمات، مانند:

-شرک، سود، فحاشی و عریانی اور موالاتِ کفار وغیرہ کی حرمت، یا

- نماز، حیاداری اور عدل اجتماعی ایسی اشیاء کا وجوب، یا

- جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ ایسے امور کا مشروع و مطلوب ہونا۔

یہ ایک واضح امر ہے کہ مسلماتِ شریعت کو آپ سے آپ آئینی و قانونی حیثیت حاصل نہ ہونے کے باعث یہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کثیر شرعی امور کہ جن سے فقہائے احناف کی کتب بھری پڑی ہیں بلکہ سب کے سب اسلامی مذاہب کی کتبِ فقہ ان سے بھری ہوئی ہیں، اور کتاب و سنت کی نصوص بھی ان کے حق ہونے پر نہایت واضح دلالت رکھتی ہیں... مسلماتِ شریعت کو اس نظام میں آپ سے آپ 'آئینی و قانونی حیثیت' حاصل نہ ہونے کے باعث، حسبہ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ایسے کثیر شرعی امور بلکہ واجباتِ دین تک یہاں آئین کے 'بنیادی حقوق' والے باب کے ہی صاف متعارض قرار پائیں گے۔ یعنی شریعت میں جو چیز فرض کا درجہ رکھے گی آپ کے آئین کے 'بنیادی حقوق' والے چیپٹر کی رو سے وہ 'جرم' قرار پائے گی۔ اس کی زیادہ وضاحت کسی اور وقت کی جائے گی، البتہ اس کی صرف ایک مثال ذیل میں دی جاتی ہے:

مطلب؟ خدا کی شریعت ہی تو قانون ہے بلکہ سب سے اٹل قانون ہے۔ مسلمان قرار پانے

ایک باپ اپنی بیٹی کو جو قانون کی نظر میں بالغ ہے، کسی ایسی اردو یا پنجابی یا پشتو فلم میں ڈانس سے روک دینا چاہتا ہے جس کو یہاں کے سنسر بورڈ نے 'پاس' کر دیا ہوا ہے یا جس پر سنسر بورڈ معترض نہیں! بیٹی اگر اپنا یہ ڈانس ریکارڈ کرانے پر ہی بضد ہے تو چونکہ قانون کی نظر میں پنجابی اور پشتو فلموں کا یہ ڈانس (جو کہ آپکو کچھ اندازہ ہو گا کہ کیا ہوتا ہے!) ایک 'جائز' کام ہے لہٰذا باپ اور اس کا پورا قبیلہ مل کر بھی اگر لڑکی کو اس حیاباختہ عمل سے روکنا چاہیں تو قانون بہر حال یہاں لڑکی کے ساتھ کھڑا ہو گا۔ اور اگر لڑکی کا پورا محلہ یا پورا قبیلہ مل کر بھی اسکو اس بے حیائی سے روکنے میں 'زبردستی' کا مرتکب ہوتا ہے تو قانون کی نظر میں (جس کی رِٹ کو ماننا نہایت ضروری ہے!) لڑکی حق پر ہے اور قبیلہ جرم کا مرتکب! آپ جس بھی ماہر آئین سے پوچھنا چاہیں پوچھ کر دیکھ لیں، نہی عن المنکر کا ایک کام، جو کہ شریعت میں بقدرِ استطاعت مطلوب ہے، اس حالت میں آئین کے 'بنیادی حقوق' کے باب سے صاف متصادم ہے اور قانوناً منع۔ اور جہاں شریعت اور آئین میں تصادم آجائے وہاں ترجیح ___ اِس نظام کے اندر ___ بھلا کس کو حاصل ہو گی؟ ہمارا خیال ہے اس کا جواب یہاں ہر شخص کو معلوم ہے، فَحَسبُنَا اللهُ وَنِعمَ الوَكِيل۔

کے لیے آپ کو اسی بات پر تو ایمان لانا ہے کہ خدا نے جو شریعت اتار دی، آپ کے لیے اور آپ کے پورے معاشرے کے لیے ___ مرتے دم تک ___ اب وہ ہر قانون سے بالاتر قانون ہے اور ہر دستور سے بالاتر دستور۔ یہ خدا کے ہاں سے 'پاس' ہو کر ہی تو زمین پہ اتری ہے، اس کو 'پاس' کرنا اور اس کا 'قانون' قرار پانا کسی مخلوق کے ہاتھوں 'پاس' ہونے پر موقوف رہنا چہ معنیٰ؟

یعنی 'پاس' کرنے کا حق اب بھی ظالموں نے اپنے ہی پاس رکھ چھوڑا ہے البتہ ہمیں یہ اطمینان دلایا جارہا ہے کہ شریعت کی تعلیمات کے خلاف کوئی چیز 'پاس' نہیں کر دی جائے گی تاکہ ہم اِن کے اس 'حق' کو کہ یہ شریعت کو 'پاس' کریں گے اور یہ کہ یہی لوگ 'پاس' کریں گے تو شریعت کو 'قانون' ہونے کا رتبہ حاصل ہو گا، ایک بار تسلیم کر لیں۔ اِدھر ہم اِن کا یہ 'حق' تسلیم کر لیں گے، اُدھر یہ اپنے اِس 'حق' کو 'توسیع' دینے لگ جائیں گے اور وہ بھی باقاعدہ 'آئینی' طریقے سے ہی!

اچھاتو اگر پھر بھی یہ مالک الملک کی شریعت کے خلاف کچھ 'پاس' کر دیں اور بہت سے خلاف شریعت قوانین کو بھی پوری طرح 'برقرار' رکھیں، جیسا کہ اِس وقت ہے، تو اِن کو اِس فعل سے روکنے اور اِن کے اِس اقدام کو 'غیر آئینی' اور 'کالعدم' قرار دینے کے لیے آپ کے اِس آئین کے پاس کیا ہے؟... وہ بہت کچھ جو قانون اور آئین کے نام پر مالک الملک کی شریعت کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے شریعت کی اس کھلم کھلا خلاف ورزی کو اگر یہ برقرار رہنے دیتے ہیں، اور جو کہ کوئی مفروضہ نہیں بلکہ سامنے کی حقیقت ہے... تو ذرا یہ بھی تو معلوم ہو کہ اس صورت میں کوئی ان کا بگاڑ کیا سکتا ہے؟! کیا یہی کہ شریعت کے پرستار 'پانچ سال' تک انتظار کریں اور وہ بھی صرف اس واقعۂ عظیم کو روپزیر کرانے کے لیے کہ ووٹ کی ایک عدد پرچی ان کی بجائے اب کسی اور کی نذر کر کے آئیں گے اور پھر 'پانچ پانچ سال' کر کے اپنا یہ 'جمہوری حق' استعمال کرتے چلے جائیں گے!!!!!؟ کہا گیا کہ 'انتظار' کرنے کے علاوہ، اس دوران، ہم فیڈرل شریعت کورٹ جا کر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ 'دستور کا طے کردہ' یہ طریقہ بھی ہم نے آزما ڈالا،

شریعت کو 'قانون' کا رتبہ دلوالانے کا یہ راستہ بھی تھوڑا سا چل کر آگے کہیں گم ہو جاتا ہے اور کوئی دو عشرے سے مسلسل گم چلا آتا ہے۔۔ اور شریعت 'دیارِ پاکستان' میں پھر 'قانون' کا رتبہ پائے بغیر رہتی ہے! شریعت 'نافذ' ہونے کی بات ابھی ہم نہیں کر رہے، شریعت کا 'نافذ' ہونا ابھی بعد کی بات ہے، ابھی تو شریعت کو صرف 'قانون' کا رتبہ ملا ہونے کا سوال ہے!!! اور 'آئین کا اسٹیٹس' تو خیر قانون سے بھی بڑی ایک چیز ہے!!!

تصور کیجئے خدا کی نازل کردہ بین شریعت اِس ملک میں آپ سے آپ نہ صرف 'قانون' شمار ہو بلکہ 'آئین' کا رتبہ رکھے بلکہ آئین سے بھی بلند تر رتبہ رکھے اور ماہرینِ آئین جس طرح آج 'آئین' کا نام لے کر ہر کسی کو چپ کراتے ہیں، عین اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر یہ ایک دوسرے کو "شریعت" کا نام لے کر چپ کرایا کریں!!! تصور کیجئے ان عدالتوں اور ایوانوں پر کوئی دن ایسا آئے کہ یہ کہہ دیا جانے کے بعد کہ فلاں بات کا فیصلہ اللہ اور اسکے رسول نے کر دیا ہے، زبانیں بند، بحثیں ختم اور گردنیں جھک جائیں! کون اختلاف کر سکتا ہے

کہ "اسلامی آئین" اصل میں یہ ہے؟! کوئی پوچھے یہ خوبصورت 'دفعہ' جو ہمیں سنانے کے لیے رکھی گئی ہے اور جس کو غیر مؤثر کر رکھنے کے لیے اس آئین کے اپنے ہی اندر ان گنت انتظامات باقاعدہ محنت اور قصد کے ساتھ کر رکھے گئے ہیں، یہ دفعہ آئینی دستاویز کے مجموعی مفہوم کے لحاظ سے مؤثر و قطعی کتنی ہے؟

آئین کے ماہرین بھی یہیں ہیں اور آئین کے حمایت کنندگان بھی یہیں تشریف فرما ہیں، براہ مہربانی وہ ہمیں دستور سے کسی انشائیہ جملے پر مبنی دفعہ پڑھ کر نہ سنائیں یہ دفعات ہم نے بہت سن لی ہیں وہ ہمیں صرف یہ بتائیں کہ جو لوگ مالک الملک کی اتاری ہوئی شریعت کو اس ملک میں قانون کا رتبہ ملا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں مگر وہ اس بات کی طاقت نہیں رکھتے کہ الیکشن میں 'بھرپور کامیابی' حاصل کر کے وہ پارلیمنٹ میں اپنی 'اکثریت' شو کر ڈالیں، آپ کے آئین کی رو سے ان کو اب مزید کیا کرنا ہے؟ کوئی جواب...؟؟؟؟؟؟

اگر وہ یہ فرمائیں کہ حوصلہ رکھیں دستور کی ایک اپنی زبان ہوتی ہے اور ایک اپنا طریق

کار، تو پھر یہی تو وہ بات ہے جو ہم اپنے اسلام پسند بھائیوں پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دستور کی ایک اپنی زبان اور اپنا طریقہ کار ہے اس سے کسی ایک خوش نما دفعہ کو پڑھ لینا اور اس سے ما قبل و مابعد کو نظر انداز کرتے ہوئے، خصوصاً دستور کی 'خاص زبان' اور 'طریق کار' کو نظر انداز کر رکھتے ہوئے، اس ایک ہی دفعہ سے اپنے سب مطالب ثابت سمجھنا نادرست ہے۔ قانون کی زبان میں ایک بات ایک جگہ کی جاتی ہے اور اس سے متعلقہ 'اگر مگر' اور 'شوشے شذرے' پوری دستاویز میں بکھیر رکھے جاتے ہیں۔[2] بہت سی باتیں ایک ہاتھ سے دے کر دوسرے ہاتھ سے واپس بھی لے لی جاتی ہیں۔ آئین کی ایک دفعہ میں فیڈرل شریعت کورٹ کا

---

[2] اس زاویے سے دستور کا ایک مطالعہ پیش کرنا، ایک مکتبِ تحقیق وجود میں لے آنے کے بعد، ادارہ ایقاظ کے بھی پیش نظر ہے۔ مگر یہ مطالعہ ظاہر ہے بحث و تحقیق سے متعلق ہے، البتہ ایک عمومی معنی میں اس نظام کی بابت یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے۔ اِس نظام کی نظر میں خدا کا فرمایا ہوا آپ سے آپ قانون نہیں، یہ اس قدر واضح حقیقت ہے کہ کسی 'تحقیق' یا 'مطالعے' کی محتاج نہیں۔ پھر بھی، 'ریکارڈ درست' رکھنے کے لیے، یہ چیز مفید ہو سکتی ہے۔

جاں فزا مژدہ سنایا جاسکتا ہے اور کسی دوسری دفعہ میں اسی فیڈرل شریعت کورٹ کے ہاتھ پیر باندھے جاسکتے ہیں۔ پس اصل بات یہ ہے کہ کسی دستاویز کا ایک مجموعی مفہوم لیا جائے اور پھر ہی کسی چیز کی آئینی یا قانونی حیثیت کا تعین کیا جائے۔

پس سوال صرف یہ ہے کہ کوئی خلافِ شریعت قانون 'نہ بن سکنے' اور موجودہ خلافِ شریعت قوانین کے 'لازماً شریعت کی مطابقت میں لائے جانے' کے اس مژدۂ جانفزا کی آئینی قطعیت کس درجے کی ہے اور یہ کہ اس بات کی قطعیت کو 'محل نظر' ٹھہرا دینے یا متاثر کر دینے والی اشیاء تو آیا اِس دستور کے اپنے ہی اندر نہیں پائی جاتیں؟؟؟ یعنی، مثال کے طور پر، آپ کا آئین جب کہتا ہے کہ کوئی شخص تیسری بار ملک کا وزیر اعظم نہیں بن سکتا تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ واقعتا کوئی شخص تیسری بار وزیر اعظم نہیں بن سکتا۔ اور آئین نے 'واقعی' جب یہ کہہ دیا ہے تو کوئی لاکھ اس کو وزیر اعظم بنائے وہ وزیر اعظم بن ہی نہیں سکتا۔ جی ہاں، 'آئین' ایسی ہی ایک چیز ہے۔ اس شخص کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اندر

اکثریت حاصل ہو تو بھی وہ وزیر اعظم بننے کا سوچ گا تک نہیں، جب تک کہ وہ یہ آئینی رکاوٹ ہی آئینی طریقے سے دور نہ کر لے۔ ایوان کا کوئی فلور اس کو وزیر اعظم بنانے کی قرارداد 'ووٹنگ' کے لیے تو کیا 'بحث' کے لیے ہی قبول نہ کرے گا۔ کیونکہ آئین اس مسئلے پر واقعی بہت واضح ہے! یہاں ہم کہیں گے: آئین کی رو سے ایک چیز واقعتاً نہیں ہو سکتی کیونکہ دستور کی کوئی اگر مگر یا کوئی شوشہ شذرہ اس بات کے معارض ہے ہی نہیں۔ مگر 'خلاف شریعت قانون نہ بن سکنے' اور 'خلاف شریعت قوانین کو شریعت کے موافق بنانے' کا مطلب بھی کیا ویسا ہی قطعی ہے کہ آئین کی ایک دفعہ نے اگر کہہ دیا کہ ایک چیز نہیں ہو گی تو وہ چیز اب کسی قیمت پر کبھی ہو ہی نہ سکے، یا پھر اس باب میں 'اگر مگر' کا مفہوم دینے والے کئی حصے آپ کے اِسی آئین میں ہی با قاعدہ طور پر پائے جاتے ہیں بلکہ اس مقصد کے لیے با قاعدہ طور پر رکھے گئے ہیں؟ آپ خود ہی سوچئے یہ بات آئین میں اتنی ہی واضح اور قطعی ہوتی کہ شریعت کے واضح مسلمات سے متصادم ایک قانون کی یہاں کسی صورت گنجائش ہی نہیں تو یہ سب غیر

اسلامی قوانین کیا یہاں کالعدم نہ ہو گئے ہوتے!؟ لیکن جب یہ خلافِ اسلام قوانین کالعدم نہیں ہوئے بلکہ پوری طرح ساری المفعول ہیں تو آخر کوئی تو بنیاد ہو گی جس کے بل پر ان 'خلافِ اسلام' قوانین کی آئینی حیثیت باقی رہتی ہو گی! خود ہمارے اسلام پسند بھائی ہی ان بنیادوں کا رونا روتے کئی بار دیکھے گئے ہیں! یہ انکار نہ کریں گے کہ 'شریعت بل' کی ضرورت بھی ایسے ہی کچھ رونوں کے باعث پڑی تھی ورنہ سیکولروں کے اس الزام سے بچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ تو مذہبی جماعتوں کی جانب سے محض جونیجو و دیگر 'جمہوری' قوتوں کے مقابلے پر ضیاء الحق کے ہاتھ مضبوط کرنے کی ایک کوشش تھی!

ہمارے اسلام پسند بھائیوں کا کوئی طبقہ ایک دستوری قسم کی جدوجہد پر ہی یقین رکھتا ہے تو ضرور رکھے، مگر اس نظام کو یہ سرٹیفیکیٹ دے دینا پھر بھی صحیح نہ ہو گا کہ یہ مکمل اسلامی ہو چکا اور مالک الملک کے آگے گھٹنے ٹیک چکا اور اُسکی شریعت کو قبول کر چکا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہیں کہ دستوری جدوجہد کا جو راستہ ہم نے اختیار کر رکھا ہے جاری ہے، کچھ پیش رفت بھی

ہو ئی ہے اور جب تک یہ مالک کی شریعت کے آگے تسلیم نہیں ہو جاتا ہماری جد وجہد ختم نہیں ہو گی۔ البتہ جب ہمارے یہ بھائی اس نظام کے حق میں یہ سر ٹیفکیٹ دے دیتے ہیں کہ یہ نظام مالک الملک کے آگے تسلیم ہو گیاہے تو تب البتہ ایک بہت بڑا خلط مبحث جنم لیتاہے اور تب خو د ہمارے ان بھائیوں کی جد وجہد کی راہیں بھی تنگ ہوتے ہوتے کہیں روپوش ہو جاتی ہیں اور ان کو اپنی سر گرمی کا کوئی مؤثر و زوردار میدان چننے میں ہی دشواری پیش آنے لگتی ہے۔ اور تب یہاں کے سیکولر طبقوں کو دستور میں ایک نہایت غیر مؤثر صلاحیت کی حامل اس 'اسلامی دفعہ' کو ڈال دینے کا احسان قیامت تک ہم پر جتاتے رہنے کے لیے بھی ایک نہایت خوب بنیاد ہاتھ آتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ یہ تاثر دینے میں کامیاب رہتے ہیں کہ اس نظام کو 'اسلامی' کرنے کے معاملہ میں اسلام پسندوں کی جو کوئی منزل ہو سکتی تھی وہ تو کب کی آکر گزر چکی، یعنی نظام اب یہ پوری طرح اسلامی ہے صرف 'عمل' رہ جاتا ہے۔ اور اس پر کون کسی کو مجبور کر سکتا ہے!؟ ہم بھی اللہ کے فضل سے مسلمان ہیں، ایک کام خدا کے لیے کرنا ہے اور وہ حسب

توفیق ہی ہو سکتا ہے، ہاں کوئی خلافِ آئین چیز ہے تو جائیں اس کو عدالتوں میں چیلنج کریں، باقی، اسلام پسند چاہیں تو کس نے روکا ہے اپنی اکثریت لے آئیں اور اس پر 'عمل' بھی کروالیں! یعنی مسئلہ 'عمل' رہ جاتا ہے نہ کہ 'نظام کا انحراف'! باطل کو اس کے سوا کونسی شہادت درکار ہے؟

بہرحال ان سب دفعات کے باوجود، کہ جن کی بدولت کہ یہ نظام اپنا کچھ بھی تبدیل کئے بغیر لوگوں کی ایک تعداد کے نزدیک 'اسلامی' ہونے کی سند پا گیا ہے، یہ سوال جوں کا توں باقی ہے کہ خدا کے اتارے ہوئے واضح و قطعی احکامات کی اس نظام کے اندر 'قانونی حیثیت' کیا ہے؟

اب جہاں تک 'کتاب و سنت کے بر خلاف ہرگز کوئی قانون نہ بن سکنے' کا تعلق ہے تو محض ایک مثال کے طور پر، اور ظاہر ہے اس پر بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں کہ 'کتاب و سنت کے برخلاف کوئی قانون نہ بن سکنے' کے معاملہ میں دستور کی یہ ایک نہایت غیر مؤثر دفعہ

ہے... ہمارے سامنے پیس ٹی وی پر پاکستان کے ایک معروف ترین داعیِ دین جناب ڈاکٹر اسرار احمد بھارت کے ایک عظیم جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے 'بھارتی مسلمانوں' کو یہ خراج عقیدت پیش کر کے آتے ہیں کہ بھارت ایسے 'سیکولر' ملک میں رہتے ہوئے بھی آپ لوگوں نے کسی کو اپنے "مسلم عائلی قوانین" کو ہاتھ نہیں لگانے دیا، جبکہ ہم پاکستانی مسلمان شرمندہ ہیں کہ اتنا بھی نہ کر سکے اور ہمارے وہ مسلم عائلی قوانین جن کو ہاتھ لگانے کی انگریز بھی کبھی جرأت نہ کر سکے تھے، پاکستان کے اندر اُن میں اب کئی ایک کھلی کھلی خلافِ شریعت اشیاءڈال دی گئی ہیں۔ (روایت بالمعنیٰ) ڈاکٹر اسرار صاحب کی یہ بات کہ انگریز بھی ہمارے جن عائلی قوانین کو ہاتھ نہیں لگا سکے تھے 'ہمارے' اِس نظام کے اندر تو وہ بھی سلامت نہ رہنے دیے گئے اور خود انہی کے اندر خلافِ اسلام قوانین ڈال دیے گئے، اس قدر سچ ہے کہ کوئی واقفِ حال اس سے انکار نہ کر سکے گا۔

غرض کون نہیں جانتا کہ جس دستور کی ایک دفعہ ہمیں وہ مژدہ سناتی ہے کہ کوئی قانون

خلاف شریعت نہ بنے گا، اسی دستور کی ایک دوسری دفعہ، علاوہ کچھ دیگر اشیاء، مسلم عائلی قوانین کے موضوع تک پر 'فیڈرل شریعت کورٹ' کے ہاتھ باندھ کر آتی ہے؟!

دستور کی اِس 'امید افزا' دفعہ پر ہم کسی فنی بنیادوں پر یہاں بات نہیں کر رہے، البتہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ دستور کی اس دفعہ کو 'بیلنس' کرنے کے لیے بہت کچھ اِس دستور کے اپنے ہی اندر موجود ہے۔ جہاں ہم اسلام پسند دستور سے حوالہ دینے کے لیے بہت کچھ پاس رکھتے ہیں وہاں ملک کے سیکولر طبقے بھی اپنی بات کے حق میں حوالہ دینے کے لیے اِسی دستور سے ہی بہت کچھ پاس رکھتے ہیں۔ یہ تو پارلیمنٹ میں کچھ پیش ہو پھر آپ دیکھیں گے کہ دستور کی یہ 'اسلامی دفعات' جو ابھی تک صرف ہمیں ہی سنانے کے لیے رکھی گئی ہیں اِن کا صحیح صحیح قانونی و آئینی اقتضاء درحقیقت کیا ہے!

سوال یہ ہے کہ اگر یہ 'اسلامی دفعات' اپنے معنی و اقتضاء میں اتنی ہی واضح اور دوٹوک ہیں تو پارلیمنٹ میں کچھ 'اسلامی قوانین' کے بل پیش کر کے اور کچھ 'خلافِ شریعت قوانین کو

کالعدم ٹھہرانے' کے بل پیش کر کے آخر دیکھ ہی کیوں نہیں لیا جاتا کہ 'کیا بنتا ہے'؟ اس کے نتیجے میں ملکی قوانین اگر شریعت کی موافقت میں لے آئے جاتے ہیں تو سارا مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے، اور اگر یہ دفعات پارلیمنٹ کے فلور پر کھڑے ہو کر کام نہیں دیتیں تو بھی ان 'اسلامی دفعات' کی تاثیر وقطعیت کی بابت دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی تو ہو ہی سکتا ہے، یہ بھی کوئی چھوٹی پیش رفت تو نہیں! تاہم یہ بات نوٹ کی جائے کہ دستور کی یہ اسلامی دفعات اگر پارلیمنٹ کے فلور پر کام نہیں دیتیں اور 'پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوؤں' کو خاموش نہیں کرا سکتیں، تو کیا یہ انصاف ہو گا کہ ان 'اسلامی دفعات' کا حوالہ دے کر صرف ہم ایسوں کو ہی خاموش کرایا جاتا رہے؟!!!!

کہا جاتا ہے یونان کے فلسفی بڑی صدیوں تک 'نظری' بحثیں کرتے رہے کہ دو مختلف وزن کے پتھر ایک سی بلندی سے گرائے جائیں تو ہلکے پتھر کی نسبت بھاری پتھر زمین پر پہلے گرے گا، البتہ 'فلسفی' ہونے کے باعث اتنا نہ کر پائے کہ دو مختلف وزن کے پتھر اٹھائیں اور

گرا کر دیکھ لیں! بجائے اس کے کہ 1973ء سے لے کر اب تک، کہ تقریباً چار عشرے مدت بنتی ہے، ان 'اسلامی دفعات' کی آئینی صلاحیت و قطعیت پر صرف 'نظری' بحثیں کی جاتی رہیں، پارلیمنٹ میں جا کر ان دفعات کی یہ 'آئینی صلاحیت' آزما کیوں نہیں لی جاتی، کہ پتہ چل جائے ان دفعات میں فنی اعتبار سے جان کتنی ہے اور ان کو بے جان کر دینے کے انتظامات خود اسی دستور کے اندر کیا کیا ہیں؟؟!

گزشتہ

آگے پڑھیے